اللہ تعالیٰ عرش پر ہے!
لیکن اس کا علم ہر شے کو محیط ہے

سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز حفظہ اللہ

ترجمہ:۔ مولانا سیف الرحمان الفلاح بی۔اے

قرآن کریم چشمۂ ہدایت اور بھولے بھٹکے انسانوں کے لئے روشنی کا مینار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بنی نوع انسان کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے نازل فرمایا۔ اس کے نزول کے علاوہ اللہ رب العزت نے بنی نوع انسان کو ایک اور عظیم الشان اور بیش بہا نعمت سے نوازا۔ یعنی ان میں ایک ایسے پیغمبر ﷺ کو مبعوث فرمایا جو تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل اور تمام بنی نوع انسان سے اعلیٰ ترین مرتبہ پر فائز ہیں۔ آپ لوگوں کو اللہ کی کتاب کی آیات پڑھ کر سناتے اور ان کا مفہوم اپنے اقوال و افعال سے واضح کرتے رہے تاکہ بعد میں آنے والی نسلوں کو اس کے معانی اور مفہوم سمجھنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔ چنانچہ جب تک امت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) نے حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات، ہدایات اور رہنمائی کی روشنی میں قرآن پاک کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کی اور اپنی عقل اور دماغ سے اٹکل پچو نہیں لگائے اس وقت تک راہ ہدایت پر قائم رہی اور اتفاق و اتحاد سے مسلمانوں نے بڑے بڑے معرکے سر کئے۔ لیکن جب لوگ حضور اکرم ﷺ کے ارشادات عالیہ اور تعلیمات سے روگردانی کر کے قرآن پاک کا مفہوم سمجھنے کے لئے اپنے اپنے رخش عقل پر سوار ہو گئے تو مذہبی خلفشار کا شکار ہو گئے اور متعدد فرقوں اور

گروہوں میں بٹ گئے۔ ہر فرقے نے اپنے اپنے نظریہ اور عندیہ کے مطابق قرآن پاک کے مفہوم کو سمجھا اور اس میں تاویلات کا باب کھول دیا۔

چنانچہ ایک گروہ اس نظریہ کا حامل ہوا کہ اللہ تعالیٰ بذاتہ ہر جگہ اور ہر مقام پر موجود ہے اور ہر انسان کے اندر حلول کئے ہوئے ہے۔ یہ گمراہ فرقہ آج بھی موجود ہے یہ اپنے نظریئے کی تائید میں قرآن پاک سے دلائل پیش کرتا ہے۔ مثلاً

"وھو معکم" اور "نحن اقرب الیہ من حبل الورید"

وغیرہ آیات سے استدلال پکڑتا ہے۔ حالانکہ ان لوگوں نے ان آیات کا مفہوم سمجھنے کے لئے نبی اکرم ﷺ کے ارشادات کی طرف توجہ مبذول نہیں کی۔ نیز قرآن پاک کی دیگر آیات، جو ان کے نظریہ کو باطل قرار دیتی ہیں، ان پر غور وفکر نہیں کیا۔ اگر وہ قرآن پاک کی تمام آیات کو مدنظر رکھتے تو ایسا باطل اور فاسد عقیدہ ہرگز نہ رکھتے۔

چنانچہ سعودی عرب کے مایہ ناز عالم سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز۔ حفظہ اللہ ڈائریکٹر جنرل ادارہ بحوث علمیہ، افتاء، دعوۃ اور ارشاد نے حلولیوں اور وجودیوں کے اس عقیدہ کو باطل اور فاسد قرار دیا ہے۔ زیر نظر مضمون میں اس کی تفصیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین: (مترجم)

حمد و صلوٰۃ کے بعد مجھ سے اکثر لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر انسان کے وجود میں ہے اور کوئی انسان اللہ کے وجود سے علیحدہ نہیں۔ اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ یہ لوگ اپنے نظریئے کی تائید میں کچھ قرآنی آیات بھی پیش کرتے ہیں۔ مثلاً

ماکنت بجانب الغربی۔ (القصص:۴۴)

وماکنت لدیهم اذیلقون اقلامهم۔ (آل عمران:۴۴)

وما کنت لدیهم اذ یختصمون۔ (آل عمران:۴۴)

یہ لوگ کہتے ہیں کہ ان آیات میں جن واقعات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس وقت حضور اکرم ﷺ وہاں پر تشریف فرما نہیں تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ موجود تھا کیونکہ وہ ہر جگہ پر ہے۔

چونکہ اس نظریہ کے قائل نے ان آیات سے غلط مفہوم اخذ کیا ہے اور سراسر غلطی کا ارتکاب کیا ہے اور قرآن و حدیث کے مطابق جو مسلمانوں کا عقیدہ ہے اس کی خلاف ورزی کی ہے اور امت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے سلف صالحین کے عقیدہ کے برعکس ہے۔ بنابریں میں نے محسوس کیا کہ حق کی وضاحت کروں اور اس فاسد نظریہ کے قائل پر جو بات مخفی رہی ہے اس کو واضح کر دوں۔

یہ عقیدہ صفات باری تعالیٰ اور اسمائے الٰہی کے متعلق ہے۔ ان صفات کے متعلق اللہ تعالیٰ نے خود اپنی صفت بیان فرمائی ہے اور نبی اکرم ﷺ نے بھی ان صفات کا ذکر فرمایا ہے جیسا کہ اس کی بزرگی اور جلال کے لائق ہے۔ ان کی کیفیت اور تمثیل وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں اور نہ ہی ان صفات میں تحریف و تعطیل کا کوئی دخل ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

لیس کمثلہ شی وھو السمیع البصیر۔ (الشوری:۱۱)

"اللہ کی مثل (زمین و آسمان میں) کوئی شے نہیں۔ وہ (ہر بات کو) سننے والا اور (ہر شے کو) دیکھنے والا ہے۔"

جو کچھ قرآن پاک اور حدیث سے ثابت ہوتا ہے اور جو امت کے سلف کا عقیدہ ہے وہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے بلند و بالا ہے۔ ان سے علیحدہ ہے

اور عرش پر قائم ہے۔ اس کا عرش آسمانوں کے اوپر ہے۔ اس کا عرش پر استواء ویسا ہے جیسا اس کی ذات کے لائق ہے۔ وہ استواء اور بلند ہونے کی صفت میں اپنی مخلوق سے مشابہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے ساتھ ہے یعنی اس کا علم اپنی مخلوق کو محیط ہے۔ ان کا کوئی معاملہ اس سے پوشیدہ نہیں۔ قرآن پاک کی آیات سے یہی مفہوم واضح ہوتا ہے۔ اس کی عبارت بالکل واضح اور بلیغ ہے۔ صحیح احادیث بھی اسی مفہوم پر دلالت کرتی ہیں۔

قرآن پاک کے دلائل

اس مسئلہ میں سب سے پہلے قرآن پاک کے دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ سورہ فاطر میں اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ۔ (الفاطر۔۱۰)

"پاکیزہ کلمات اس (اللہ) کی طرف اوپر چڑھتے ہیں اور (مومن کا) نیک عمل اس کو اوپر لے جاتا ہے"۔

۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا

انی متوفیک رافعک الی۔ (آل عمران۔۵۵)

"(اے عیسیٰ علیہ السلام) میں تمہیں فوت کرنے والا ہوں اور اپنی طرف اوپر اٹھانے والا ہوں"۔

۳۔ فرشتوں اور اہل ایمان کی ارواح کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

تعرج الملائکۃ والروح الیہ۔ (المعارج:۴)

"فرشتے اور (اہل ایمان کی) ارواح اللہ کی طرف اوپر چڑھتی ہیں۔"

۴۔ سورہ فرقان میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا

ثم استویٰ علی العرش۔۔۔ الایۃ۔ (الفرقان:۵۹)

"(زمین اور آسمان اور ان میں رہنے والی مخلوقات کی تخلیق کے بعد) اللہ تعالیٰ عرش پر بلند ہوا وہ (اپنی مخلوق پر) نہایت مہربان ہے"۔

۵۔ سورہ ملک میں اپنی قوت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا

ءامنتم من فی السماء ان یخسف بکم الارض۔ (الملک:۱۶)

"کیا تم اس ذات سے (اللہ تعالیٰ سے) بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان پر ہے اگر وہ چاہے تو تم کو زمین میں دھنسا دے"۔

۶۔ اللہ آسمان سے تم پر پتھر برسانے کی قدرت بھی رکھتا ہے

ام امنتم من فی السماء ان یرسل علیکم حاصباً۔ (الملک:۱۷)

"کیا تم اس ذات (اللہ تعالیٰ) سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان پر ہے اگر وہ چاہے تو تم پر پتھروں کی بارش بھیج دے"۔

۷۔ ایک اور مقام پر اپنے استواء کا یوں ذکر فرمایا

"الرحمٰن علی العرش استویٰ۔ (طٰہٰ:۵)

"اللہ بہت ہی مہربان ہے۔ وہ عرش پر بلند ہے"۔

۸۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو بتلایا کہ میرا رب آسمانوں پر ہے تو وہ کہنے لگا تم جھوٹے ہو۔ پھر اپنے وزیر ہامان کو بلا کر حکم دیا

یاہٰمان ابن لی صرحاً لعلی ابلغ الاسباب۔ اسباب السمٰوٰت فاطلع الی الٰہ موسی وانی لاظنہ کاذباً۔ (المؤمن:۳۶۔۳۷)

"اے ہامان میرے لئے ایک پختہ مکان تیار کرو تاکہ میں آسمان پر جانے کا راستہ پا سکوں اور وہاں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رب کو دیکھ سکوں لیکن میرا خیال

ہے کہ (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) اس معاملہ میں جھوٹے ہیں"۔ (معاذاللہ)

سنت کے دلائل

اس مسئلہ میں صحیح اور حسن احادیث کثرت سے وارد ہیں۔ ان کا احاطہ کرنا مشکل کام ہے بنا بریں چند احادیث بیان کرنے پر اکتفا کروں گا۔

۱۔ معراج کا واقعہ:۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ جب معراج کے لئے تشریف لے گئے تو بیت المقدس سے اوپر آسمانوں کی طرف تشریف لے گئے۔ پھر ساتوں آسمان کو عبور کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا۔

۲۔ ایک حدیث میں دم جھاڑ کا ذکر آیا ہے جو ابو داؤد نے بیان کی ہے۔ اس میں یہ دعا مذکور ہے

ربنا الله الذی فی السماء تقدس اسمک امرک فی السماء و الارض

"ہمارا پروردگار اللہ ہے جو آسمان پر ہے۔ الہٰی تیرا نام مقدس ہے۔ تیرا حکم زمین و آسمان پر چلتا ہے"۔

۳۔ ایک حدیث میں اعمال کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا

والعرش فوق ذالک والله فوق عرشہ وھو یعلم ما انتم علیہ

"اس کے اوپر عرش ہے اور اللہ اپنے عرش کے اوپر ہے۔ تم جو کچھ کرتے ہو وہ اس سے پوری طرح باخبر ہے"۔ (احمد۔ ابوداؤد)

۴۔ صحیح حدیث میں ایک لونڈی کا واقعہ مذکور ہے۔ اس میں حضور اکرم ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا "اللہ کہاں ہے؟" اس نے جواب دیا "وہ آسمان پر ہے"۔

پھر اس سے پوچھا "میں کون ہوں؟" اس نے جواب دیا "آپ اللہ کے رسول ہیں"۔ آپ نے فرمایا یہ "مومن عورت ہے اسے آزاد کردو"۔ (صحیح مسلم)

ان کے علاوہ اور کئی احادیث ایسی مذکور ہیں جن سے اس بات کا یقینی علم ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں پر ہے اور اس کا عرش آسمانوں کے اوپر ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا۔ اہل عرب و عجم کا دور جاہلیت اور دور اسلام میں یہی عقیدہ رہا ہے۔ ہاں البتہ جسے شیطان نے بہکا دیا اور راہ راست سے ہٹا دیا تو وہ کہتا ہے کہ اللہ ہر جگہ پر ہے اور ہر انسان میں ہے۔

سلف کی رائے

پھر سلف صالحین کے اقوال اس مسئلہ میں اس قدر آئے ہیں کہ اگر ان تمام کو جمع کیا جائے تو سینکڑوں بلکہ ہزاروں سے تجاوز کر جائیں۔ پھر کتاب اللہ میں نہ سنت رسول اللہ ﷺ میں، نہ صحابہؓ سے نہ تابعین سے اور نہ ائمہ کرام سے ایسا کوئی قول ثابت ہے جو اس صریح نص کے خلاف ہو۔ کسی امام یا عالم سے بھی یہ بات نہیں سنی گئی کہ وہ اللہ کے آسمان پر ہونے کا انکار کرتا ہو یا یہ کہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ عرش پر نہیں ہے یا یہ کہتا ہو کہ اللہ ہر جگہ ہے۔ تمام مقامات اس کے لئے برابر ہیں۔ وہ نہ مخلوق سے علیحدہ ہے اور نہ ان میں شامل ہے۔

اللہ کی طرف انگلی سے اشارہ

یہ بھی کسی نے نہیں کہا کہ اللہ کی ذات کی طرف انگلی سے اشارہ کرنا منع ہے۔ بلکہ اس کے برعکس صحیح حدیث سے ثابت ہے حضرت جابر بن عبداللہؓ

سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حجتہ الوداع کے موقع پر میدان عرفات میں ایک عظیم الشان خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس موقع پر صحابہ کرامؓ کا ایک جم غفیر جمع تھا۔ خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے دریافت کیا، "کیا میں نے تمہیں اللہ کا پیغام پہنچا دیا؟" سب نے یک زبان ہو کر کہا "ہاں"۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور فرمایا "الٰہی! تو اس بات پر میرا گواہ رہنا"۔ آپ ﷺ نے متعدد مرتبہ اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور اللہ سے گواہ رہنے کی درخواست کی۔

اس کی مثل اور کئی واقعات کا ذکر احادیث میں آیا ہے۔ جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اپنے فتاویٰ میں جلد نمبر ۵ صفحہ نمبر ۱۴ پر ذکر کیا ہے۔

الغرض یہ فاصد اور گندہ عقیدہ جہمیہ کا ہے جو اللہ کو صفات سے معطل کرتے ہیں اور ان اہل بدعت کا ہے جو ان کے طریقے پر چلتے ہیں، یہ مصیبت کا باعث ہے اور اللہ کی شان میں تنقیص کا موجب ہے۔ ہم اللہ کی پناہ میں آتے ہیں اس بات سے کہ ہمارے دلوں میں ٹیڑھا پن پیدا ہو جائے یا کجی پیدا ہو جائے۔

حلولیوں کے دلائل کی تردید

اس گمراہ مذہب کے بطلان اور تردید پر کتاب و سنت کے کافی دلائل موجود ہیں۔ ایک صحیح العقل اور فطرت سلیمہ کا مالک انسان اس مذہب کو تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہے، چہ جائیکہ شرعی دلائل سے اس کی تردید کی جائے۔

رہی یہ بات کہ انہوں نے مذکورۃ الصدر آیات سے استدلال پکڑا ہے، یہ بالکل غلط اور باطل ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ اور دیگر

واقعات پیش آئے تو اس وقت آنحضرت ﷺ وہاں پر تشریف فرما نہیں تھے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ وہاں پر موجود تھا۔ یہ نظریہ کتاب و سنت کی روشنی میں غلط ہے۔ اس نظریہ کے حامل کو اس بات کا علم ہونا چاہیئے کہ معیت کی دو قسمیں ہیں معیت خاصہ اور معیت عامہ۔

معیت خاصہ

معیت خاصہ کا ذکر مندرجہ ذیل آیات میں ہے:

۱۔ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون۔ (النحل:۱۲۸)
"اللہ (کی مدد) ان لوگوں کے ساتھ ہے جو پرہیز گار ہیں اور نیک کام کرتے ہیں"۔

۲۔ لا تحزن ان اللہ معنا۔ (التوبہ:۴۰)
(جب غار ثور میں کفار کو دیکھ کر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کچھ پریشانی کا اظہار کیا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا) "آپ کو پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ بیشک اللہ تعالیٰ کی مدد ہمارے ساتھ ہے"۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا، جاؤ فرعون اور اس کے ساتھیوں کو توحید کی دعوت دو۔ فرعون سے ڈرنے اور گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں کیوں کہ:

انني معكما اسمع وارى۔ (طٰہٰ:۴۶)
"تحقیق میں تمہارے ساتھ ہوں (یعنی) سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں"۔

تو مذکورہ آیات اور ان جیسی دیگر آیات میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی مدد ساتھ ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام صلحاء اور دیگر

نیک بندوں کی مدد کرتا ہے۔ وہ اللہ کی مدد، نصرت اور توفیق حاصل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی نگرانی فرماتا ہے اور ان کو راہ راست پر چلنے کی توفیق بخشتا ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

ولا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا

"میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا ہے حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے"۔

اب اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اللہ تعالیٰ انسان کے اعضاء بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی باتوں سے پاک اور مبرا ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے اعضاء کو راہ ہدایت پر لگاتا ہے اور اسے اچھے کاموں کی توفیق بخشتا ہے۔

ایک اور روایت میں یوں آیا ہے

فبی یسمع وبی یبصر وبی یبطش وبی یمشی۔

"وہ میرے ساتھ سنتا ہے اور میرے ساتھ دیکھتا ہے اور میرے ساتھ پکڑتا ہے اور میرے ساتھ چلتا ہے"۔ (یعنی اللہ کی مدد اس کے شامل حال ہوتی ہے)

تو اس حدیث میں "کنت سمعہ الخ" حدیث کی وضاحت ہو گئی کہ اس سے مراد اس کو توفیق دینا اور سیدھے راہ پر چلانا ہے اور جو امور اس کے غیظ و غضب کا

موجب بنتے ہیں، ان سے بچانا ہے۔

معیت عامہ

معیت عامہ سے مراد کسی شے کا مکمل علم ہونا اور اس کا احاطہ کرنا ہے۔ اس معیت کا ذکر قرآن پاک کی کئی آیات میں مذکور ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

۱۔ مایکون من نجوی ثلاثة الا هو رابعهم ولا خمسة الا هوسادسهم ولا ادنی من ذلک ولا اکثر الا هو معهم اینما کانوا۔ (المجادلة:۷)

"جب کوئی تین آدمی آپس میں سرگوشی اور خفیہ بات چیت کرتے ہیں تو چوتھا ان کے پاس اللہ ہوتا ہے۔ جب پانچ آدمی سرگوشی کرتے ہیں تو چھٹا ان کے پاس اللہ ہوتا ہے۔ اس تعداد سے کم یا زیادہ ہوں تب بھی اللہ ان کے ہمراہ ہوتا ہے۔ خواہ وہ کہیں ہوں"۔ (یعنی اسے ہر بات کا علم ہوتا ہے)

ایک اور آیت میں ارشاد فرمایا

۲۔ وهو معکم اینما کنتم۔ (الحدید:۴)

"تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ یعنی اسے تمہاری ہر بات کا علم ہے"۔

سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا

۳۔ فلنقصن علیهم بعلم وما کنا غائبین۔ (الاعراف:۷)

"ہم اپنے علم کے ذریعے ان پر تمام واقعات کو یقیناً بیان کر دیں گے اور ہم (کسی واقعہ سے) بے خبر نہیں"۔

سورہ یونس میں آنحضرت ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا

۴۔ وما تکون فی شان وما تتلوا منہ من قران ولا تعملون من عمل الا کنا علیکم شھوداً اذ تفیضون فیہ۔ (یونس:٦١)

"آپ کوئی کام کریں یا قرآن پاک کی تلاوت کریں اور تم سب جو کام کرتے ہو ہمیں اس کا علم اس وقت ہو جاتا ہے جب تم اسے شروع کرتے ہو"۔

ان کے علاوہ اور بھی ایسی کئی آیات مذکور ہیں جو اس معنی کی تائید کرتی ہیں۔

اللہ کا علم ہر شے پر حاوی ہے

الغرض اللہ تعالیٰ عرش پر قائم ہے۔ اس کیفیت کے مطابق جو اس کی ذات کے لائق ہے اور جو اس کے جاہ و جلال کے لئے موزوں ہے۔ وہ اپنے علم کے ذریعے اپنی تمام مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے اور ان پر گواہ ہے۔ خواہ وہ کسی جنگل میں ہوں یا سمندر کی تہہ میں ہوں۔ رات کا سناٹا ہو یا دن کی روشنی ہو۔ کوئی گھر میں مخفی طور پر کام کرے یا سنسان جنگل میں ہو، وہ ان تمام امور اور افعال کو جانتا ہے اس کا علم سب پر حاوی ہے۔ اس کی نگاہ میں سب برابر ہیں۔ وہ سب کی باتیں برابر سنتا اور جانتا ہے۔ ان کی پوشیدہ سرگوشیوں اور خفیہ کارروائیوں سے بھی آگاہ ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

الا انھم یثنون صدورھم لیستخفوا امنہ الاحین یستغشون ثیابھم یعلم مایسرون وما یعلنون۔ انہ علیم بذات الصدور۔ (ھود:٥)

"(کافر لوگ جب اسلام کے خلاف باتیں کرتے ہیں تو) وہ اپنے سینوں کو جھ

ہیں تاکہ وہ اپنی باتیں اللہ سے پوشیدہ رکھیں۔ سنو! جب وہ اپنے ارد گرد کپڑے کر لیتے ہیں (تاکہ ان کی باتوں کو کوئی سننے نہ پائے) تو اللہ تعالیٰ اس وقت ان کی پوشیدہ اور ظاہر باتوں سے خوب واقف ہوتا ہے (ان کی یہ باتیں اللہ پر مخفی کیسے رہ سکتی ہیں؟) وہ تو دل کی باتوں کو بھی جانتا ہے"۔

سورہ رعد میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

سوآء منکم من اسرا لقول ومن جھربہ ومن ھو مستخف بالیل وسارب بالنھار۔ (الرعد:۱۰)

"تم میں سے کوئی شخص خواہ پوشیدہ بات چیت کرے یا علانیہ کرے، اللہ کے ہاں سب برابر ہیں۔ یعنی وہ سب باتوں کو سنتا اور جانتا ہے۔ رات کی تاریکی میں پوشیدہ ہو کر چلنے والے اور دن کے وقت چلنے والے (کی تمام حرکات) سے بخوبی واقف ہے"۔

سورہ طلاق میں ارشاد فرمایا:

لتعلموا ان اللہ علی کل شی قدیر وان اللہ قد احاط بکل شی علماً۔ (الطلاق:۱۲)

(اللہ نے زمین و آسمان اور اس میں تمام کائنات کو پیدا کیا ہے) "تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ہر کام پر قدرت رکھتا ہے اور اللہ کے علم نے ہر شے کو گھیر رکھا ہے"۔

اللہ کے سوا کوئی معبود اور رب نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے معیت عامہ کی آیات کو علم کے ساتھ بیان کیا ہے اور علم پر ہی ختم کیا ہے تاکہ اس کے بندوں کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ اس سے مراد تمام احوال اور تمام امور میں اس کا علم ہے، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اللہ ان کے ساتھ مختلط ہے اور ان کے وجود کے اندر

ہے اور ان کے گھروں میں ہے۔ یہ بات اللہ کی ذات کے ہرگز لائق نہیں کہ اسے ہر اچھی اور گندی جگہ پر تسلیم کیا جائے۔ یہ عقیدہ حلولیہ اور وجودیہ کا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ معیت سے مراد اللہ کا مخلوق کے ساتھ ہونا اور ان کے وجود میں شامل ہونا ہے۔ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بذاتہ ہر جگہ پر موجود ہے وہ اللہ کے استواء علی العرش کے قائل نہیں۔ وہ ہر گندی اور نجس جگہ پر بھی اللہ کو تسلیم کرتے ہیں۔ اللہ ان کا براحال کرے اور ان کو ذلیل و خوار کرے۔ ائمہ سلف جیسے احمد بن حنبل، عبداللہ بن مبارک، اسحاق بن راہویہ، ابوحنیفہ بن نعمان رحمہم اللہ وغیرہ نے ان کے اس فاسد عقیدہ کی پوری طرح تردید کی ہے۔ ان کے بعد شیخ الاسلام ابن تیمیہ علامہ ابن قیم اور حافظ ابن کثیر وغیرہ نے بھی پرزور ان کی تردید کی ہے۔

"وھو معکم" کی وضاحت

جب یہ بات واضح ہو گئی کہ "وھو معکم" اور دیگر ایسی آیات سے مراد یہ نہیں کہ اللہ ان میں شامل ہے اور ان کے وجود میں ہے۔ یہ معنی نہ حقیقتاً مراد ہو سکتے ہیں نہ ظاہری الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں اور نہ لفظ "مع" اس معنی پر دلالت کرتا ہے۔ اس سے زیادہ سے زیادہ کسی امر میں اس کی موافقت اور مصاحبت ثابت ہوتی ہے اور یہ ہر موقعہ پر حسب حال ہو گی۔

ابو عمر طلمنکی

ابو عمر طلمنکی بیان کرتے ہیں کہ:

"اہل سنت علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ "وھو معکم اینما کنتم" اور اس

جیسی دیگر آیات جو قرآن پاک میں مذکور ہیں ان سے مراد اللہ کا علم ہے۔ اللہ تعالیٰ آسمانوں سے اوپر عرش پر بذاتہ قائم ہے۔ جیسا کہ اللہ کی کتاب میں مذکور ہے۔ علمائے امت اور ائمہ سلف صالحین میں سے کسی نے بھی اس مسئلہ میں اختلاف نہیں کیا۔ سبھی اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں سے اوپر عرش پر بذات خود قائم ہے۔

ابو نصر سنجری کا بیان

ابو نصر سنجری کہتے ہیں:

"ہمارے ائمہ جیسے سفیان ثوری، امام مالک، حماد بن سلمہ، حماد بن زید، سفیان بن عیینہ، فضیل بن مبارک، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ، سب اس مسئلہ میں متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ بذاتہ عرش پر قائم ہے"۔

ابن عبدالبر کا عقیدہ

ابو عمر بن عبدالبر اس مسئلہ میں اپنے عقیدے کا اظہار یوں کرتے ہیں کہ:

"صحابہ کرامؓ اور تابعین جنہوں نے ان سے علم حاصل کیا اور مفہوم سمجھا سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ "مایکون من نجوی ثلاثۃ الا ھورابعھم" سے مراد یہ ہے کہ اللہ عرش پر قائم ہے اور اس کا علم ہر جگہ ہے۔ اس مسئلہ میں ان کی کسی عالم نے مخالفت نہیں کی"۔

ابن کثیر کی تفسیر

حافظ ابن کثیر آیت "وھو معکم" الخ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ

"یعنی وہ تم پر نگہبان ہے۔ وہ تمہارے افعال پر شاہد ہے۔ تم کوئی کام یا کوئی بات کسی جنگل میں جا کر کرو یا سمندر کی تہہ میں کرو یا رات کی تاریکی میں اپنے گھروں میں بیٹھ کر کرو یا باہر سنسان جنگل میں جا کر کرو، اسے سب باتوں کا اچھی طرح علم ہے۔ وہ تمہاری باتوں کو سنتا ہے اور جس جگہ پر تم کوئی اچھا یا برا کام کرتے ہو یا کوئی پردے کی بات کرتے ہو وہ سب کچھ دیکھتا اور سنتا ہے"۔

جیسا کہ اللہ نے اپنی مقدس کتاب میں ارشاد فرمایا:

الا انهم يثنون صدورهم ليستخفوا امنه الاحين يستغشون ثيابهم يعلم مايسرون وما يعلنون۔ انه عليم بذات الصدور۔ (هود:۵)

"(کافر لوگ جب اسلام کے خلاف باتیں کرتے ہیں تو) وہ اپنے سینوں کو جھکا لیتے ہیں تاکہ اپنی باتوں کو اللہ سے پوشیدہ رکھیں۔ سنو! جب وہ اپنے ارد گرد کپڑا کر لیتے ہیں (تاکہ ان کی بات کوئی سن نہ سکے تو) وہ اس وقت ان کی باتوں کو جو پوشیدہ کرتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں، سبھی جانتا ہے (ان کی باتیں اس پر مخفی کیسے رہ سکتی ہیں) اسے تو ان باتوں کا بھی علم ہے (جو ابھی تک زبان پر نہیں لائے اور) جو ابھی تک ان کے دل ہی میں ہیں"۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

سوآء منكم من اسرا لقول ومن جهربه ومن هو مستخف باليل وسارب بالنهار۔ (الرعد:۱۰)

"تم میں سے کوئی پوشیدہ گفتگو کرے یا ظاہر کرے اللہ کے نزدیک سب برابر

ہیں)۔ کیونکہ وہ تمہاری ہر بات سے آگاہ ہے۔ وہ رات کی تاریکی میں چلنے والے کے افعال واقوال سے اسی طرح آگاہ ہے جیسے روز روشن میں کام کرنے والے کے کام سے باخبر ہے۔

"مایکون من نجوی" کی تفسیر

حافظ ابن کثیر سورہ مجادلہ کی آیت "مایکون من نجوی ثلاثۃ" کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

"ای من سر ثلاثۃ"۔ یعنی تین آدمیوں کی پوشیدہ اور مخفی بات چیت" پھر آگے "الا ھو رابعھم ولا خمسۃ الا ھو سادسھم ولا ادنی من ذالک ولا اکثر الا ھو معھم اینما کانوا" کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ "وہ ان پر اطلاع پانے والا ہے۔ ان کی بات چیت سنتا ہے۔ ان کی پوشیدہ سرگوشی اور مخفی باتوں کو بھی سنتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے فرشتے (جو ان کے اعمال لکھنے پر اللہ نے مقرر کئے ہیں) بھی لکھتے ہیں۔ حالانکہ اللہ کو ان کی تمام باتوں کا علم ہوتا ہے اور ان کی تمام باتوں کو سنتا ہے"۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

۱۔ الم یعلموا ان اللہ یعلم سرھم ونجواھم وان اللہ علام الغیوب۔
(التوبہ:۷۸)

"کیا ان کو اس بات کا علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے مخفی بھیدوں سے آگاہ ہے (اس سے کسی کا بھید یا پوشیدہ بات کیسے مخفی رہ سکتی ہے؟) وہ تو غیب کی باتوں کو خوب اچھی طرح جانتا ہے"۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

ام یحسبون انا لانسمع سرھم ونجواھم بلی ورسلنا لدیھم یکتبون۔ (زخرف۸۰)

"کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کی پوشیدہ باتوں اور سرگوشیوں کو نہیں سنتے؟ ایسی بات ہرگز نہیں (اگر بالفرض ہم ان کی باتوں کو نہیں سنتے تو) ہمارے فرستادہ فرشتے تو ان کے پاس ہمیشہ رہتے ہیں جو ہر بات کو نوٹ کرتے ہیں"۔

علماء کا متفقہ فیصلہ

بنا بریں تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ اس آیت میں معیت سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ہے اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ اس کے علم کے ساتھ اس کا کام بھی ان کی تمام باتوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اس کی آنکھ سے بھی کوئی شے اوجھل نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے پوری طرح باخبر ہے۔ اور ان کا کوئی فعل یا کوئی بات اس سے پوشیدہ نہیں۔ اس مسئلہ میں علمائے سلف کے اس قدر اقوال ہیں کہ ان کا احاطہ کرنا مشکل کام ہے۔

خلاصہ کلام

الغرض یہ نظریہ کہ اللہ تعالیٰ بذاتہ خود ہر جگہ ہے اور "وھو معکم" سے مراد اللہ تعالیٰ بذاتہ ان کے پاس ہے اور انگلی سے اس کی طرف اشارہ کرنا منع ہے، یہ نظریہ غلط ہے۔ جیسا کہ کافی صریح اور واضح دلائل سے اس کی تردید ہو چکی ہے۔ جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اسی طرح ائمہ اور اہل علم کے اقوال کا ذکر بھی اوپر ہو چکا ہے۔ ان

سب کا اس مسئلہ میں اجماع ہو چکا ہے۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جو لوگ اس نظریہ کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ انسان میں حلول کر جاتا ہے اور جو ان کے ہمنوا ہیں، سب راہ راست سے بھٹکے ہوئے ہیں اور حق و صداقت کے راستہ سے دور جا چکے ہیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے متعلق ایک غلط بات کو منسوب کیا ہے اور معیت کے سلسلہ میں جو آیات آئی ہیں، ان کا انہوں نے غلط مطلب اخذ کیا ہے۔ ہم اللہ کی پناہ میں آتے ہیں اس بات، سے کہ ہم اللہ کے متعلق بغیر علم کے کوئی بات کہیں۔ ہم اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں حق و صداقت کے راستہ پر قائم رکھے اور راہ راست پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

وصلی اللہ علی نبینا محمد والہ وصحبہ وسلم۔ (بشکریہ محدث)

بقیہ : فتاویٰ

کی ہم نے آپ سے شادی کر دی۔ (ملاحظہ ہو سورت احزاب۔ پ۲۱)

لہذا اولاد دراصل وہی ہے جو اس کی صلب سے پیدا ہو وہی وارث بنتی ہے۔ منہ بولی اولاد کو وراثت میں کچھ حصہ نہیں ملتا۔

البتہ اگر میت نے زندگی میں اس کے لئے کوئی وصیت وغیرہ کی ہے تو اس کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے حسب وصیت اسے دیا جائے گا بشرطیکہ وہ وصیت شریعت کے مطابق ہو یعنی ایک تہائی سے زائد نہ ہو۔

ھذا ما عندنا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔